مسلکِ حنفی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت امام اعظم کوفی علیہ الرحمۃ کی سی ہے جنہوں نے ورع اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی مطابقت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط میں وہ درجہ حاصل کیا ہے جس کو دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکے۔ اور ان کے اجتہادات کو دقتِ معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحاب الرائے گمان کرتے ہیں اور یہ سب کچھ ان کی حقیقت اور درایت تک نہ پہنچے اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے۔

تعلیمات مجددیہ
صفحہ ۲۸۱

۱۳ جمادی الاول | ۱۲ مئی ۱۹۷۶ء

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان کی علامت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ

ترجمہ: حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی بات یا چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے واسطے پسند کرتا ہے۔

اگر مسلمان بھی دنیا میں فقط اسی لیے ہیں کہ اپنی سلطنتیں قائم کریں، مال و دولت اور دنیاوی ترقی میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر رہیں۔ ذرا ذرا سی بات کے اندر ضد میں آ کر مرنے ا ے پر تیار ہو جائیں۔ بندگان خدا کو ذلیل و خوار کر کے اپنی عزت اور شوکت قائم کریں۔ لاکھوں کو بھوکا مار کر صرف تھوڑی سی ان کی محنت سے آپ فائدہ اٹھائیں اور اتنا کھائیں کہ بار بار ڈاکٹر کو بلانا پڑے۔ کسی کا کام نہ کریں۔ جب تک وہ انہیں فیس اور نذرانے دیتے دیتے روٹی تک سے محتاج نہ ہو جائے تو بتاؤ کہ اسلام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اگر صرف دنیا کے پیچھے دوڑنا ہے تو دنیا داروں اور دین سے بیزاروں میں کمی کب ہے۔ یہ لوگ دنیاوی ترقی اور مادہ پرستی میں اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے برسوں لگاتار کام کرنا پڑے گا تب کہیں ان کے لگ بھگ پہنچ سکیں گے۔ اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں ایمانداری کی زندگی بسر کرو۔ حدیثوں میں اسی کی تاکید ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کے پاس جو ہے وہ اللہ کے نادار بندوں کی مدد کرنے کے لیے ہے جو شخص اپنی محنت سے نہ کمائے پرائے مال پر دیدے لال کرے۔ دھوکے دے دے کر دوسروں کا مال چھینے اور اپنا پیٹ بھرے، حاکم ہو کر انصاف نہ کرے، مالدار ہو کر کنجوسی پر کمر باندھے۔ حرام حلال کی پروا نہ کرے، فحاشی اور لچے پن پر اتر آئے۔ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بے ایمان ہے۔

سنئے ہو یہ حدیث کیا کہہ رہی ہے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے وہ یقیناً بے ایمان ہے۔

آج کل دوسروں کا گلا کاٹنے میں لگے رہنے والے اور سب کچھ اپنے ہی جیب میں ڈالنے والے غریبوں کو کوری باتوں سے خوش کرنے والے اور موقعہ پر دھتا بتانے والے دوسروں کو دھکیل کر زبردستی اس کی جگہ میں گھسنے والے کون لوگ ہیں۔ ذرا بتلائیے گا اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اَلْمَرْأَۃُ عَوْرَۃٌ۔ (ترمذی)

عورت مستور ہے (یعنی چھپا کر رکھنے کی چیز)

ے

پردہ ہے عورت کی عزت کا سبب

دیکھئے عورت کا "عورت" ہے لقب

(ابوالخیر اسعدی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۱ — شمارہ نمبر ۵۱

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر:-

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارہ تحریر

مولانا محمد اجمل

زاہد الراشدی

[illegible]

بدل اشتراک

[illegible]	[illegible]	۳۵
[illegible]	[illegible]	۱۸
سہ ماہی	۵۰	۹
فی پرچہ	۷۵	۰

فرقہ وارانہ اختلافات

اور

ہماری ذمہ داریاں

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ایک اجلاس گزشتہ ماہ لاہور میں منعقد ہوا تھا جس میں کچھ قرار دادیں منظور کی گئی تھیں جو خدام الدین کی ایک سابقہ اشاعت کے ادارتی کالموں میں نذرِ قارئین کی جا چکی ہیں۔

ان قرار دادوں میں ایک قرار داد فرقہ وارانہ اختلافات سے متعلق تھی جس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس پر ہم کچھ معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اپنے خیالات پیش کرنے سے قبل اس کا متن ایک بار پھر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

"یہ اجلاس اس امر پر شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ جوں جوں عام انتخابات کا مرحلہ قریب آ رہا ہے سوچی سمجھی سازش کے تحت مذہبی اختلافات کو ہوا دے کر فرقہ وارانہ فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تاکہ قوم کو بے مقصد بحثوں میں الجھا کر ایک گروہ ملکی سیاسیات پر اپنا تسلّط قائم رکھ سکے۔"

اس لیے یہ اجلاس تمام مذہبی مکاتب فکر کے ذمہ دار اور سنجیدہ علماء سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنی صفوں میں خلفشار کو گھسنے کا موقع نہ دیں اور ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لیے مشترکہ جد و جہد اختیار کریں نیز تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء کرام مل بیٹھ کر باہمی اختلافات کے اظہار کے لیے ایک ایسا ضابطہ اخلاق طے کریں جس سے اسلام دشمن قوتوں کو فرقہ وارانہ اختلافات سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔

یہ اجلاس یقین دلاتا ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام ملی اتحاد

کو برقرار رکھنے اور بدخواہوں کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے کسی تعاون سے گریز نہیں کرے گی۔

یہ قرارداد ملک بھر میں مختلف مکاتب فکر کے نمائندہ اور ذمہ دار لوگوں کو اس جذبہ کے ساتھ ارسال کی گئی کہ ان کی طرف سے کوئی مثبت جواب ملے گا تو باہم مل بیٹھ کر کوئی لائحہ عمل طے کر لیا جائے گا۔ لیکن افسوس کہ اس مخلصانہ اور سنجیدہ خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کسی طرف سے بھی دست تعاون نہیں بڑھایا گیا بلکہ الٹا اس قسم کے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں جن کے نتیجہ میں یہ ملک خطرناک تباہی کا شکار ہو کر رہ جائے۔

اس پر قائد جمعیۃ علماء اسلام مولانا مفتی محمود نے ایک بار پھر قوم کے ذمہ دار لوگوں کو آواز دی اور پریس کے نام ایک بیان جاری کیا جس میں جمعیۃ کی مذکورہ بالا قرارداد میں کارفرما جذبہ کی طرف ارباب ملک کو توجہ دلائی۔ ساتھ ہی انہوں نے جمعیۃ علماء اسلام کے کارکنوں کو اس جدل و اختلاف کی تاریک راہ سے اپنے آپ کو بچانے کی تلقین کی۔ اور کراچی، ملتان، لاہور، گوجرانوالہ، لائلپور اور راولپنڈی جیسے اہم شہروں میں اپنی جماعت کے ذمہ دار افراد میں سے تین تین حضرات پر مشتمل کمیٹیاں قائم کر دیں جو مختلف مکاتب فکر کے نمائندہ حضرات سے مل کر نتائج سے مرکزی جماعت کو آگاہ کریں تاکہ ان نتائج کی روشنی میں کوئی لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔

ہمارے ملک کی اس وقت جو صورت حال ہے وہ کسی سنجیدہ آدمی پر مخفی نہیں۔ سیاسی عدم استحکام معاشی ابتری و بدحالی، داخلی اور خارجی طور پر خطرناک کش مکش ہمارے ملک کا مقدر بن چکی ہے۔ اور ملک پر ایک اس قسم کا گروہ مسلط ہے جنہیں ملک و ملت سے کوئی ہمدردی نہیں، جن کا مطمح نظر محض اور محض اپنی ذات ہے، انہیں اپنی خود غرضیوں سے سروکار ہے اور بس! انہیں قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کہ ہماری مجنونانہ حرکتوں سے ملک و ملت کے مستقبل پر کیا اثر پڑے گا۔ اور اس کی وجہ بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ اسلام کے نظام عدل و مساوات سے بے بہرہ ہیں انہیں معلوم ہی نہیں کہ اسلام ہم سے ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی میں کیا مطالبہ کرتا ہے۔ خدا اور اس کے بندوں کی طرف سے ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ اگر ان لوگوں کی سوچ صحیح ہوتی اور یہ لوگ اپنی اغراض کے بندے نہ ہوتے تو یہ ملک آج باغ ارم ہوتا اور ہمیں اپنی قومی زندگی میں جن حادثات سے دوچار ہونا پڑا ہے ہم ان سے بچ جاتے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا کہ یہ لوگ بندۂ اغراض ہیں جس کی وجہ واضح ہے کہ یہ لوگ انگریزی روایات کے علمبردار ہیں، انگریزی سیاست و تہذیب کا شجرۂ خبیثہ ان کی وراثت میں آیا ہے اور جو مکر و فریب اور بددیانتی انگریزیت کا جزو بنیادی تھی وہی آج ان کا سرمایہ ہے۔

جب یہ صورت حال ہے تو انہوں نے اپنے "پدر بزرگوار" انگریز کی ملعون پالیسی کے مطابق "لڑاؤ اور حکومت کرو" کا اصول باضابطہ طور پہ اپنایا ہوا ہے اور یہی اصول ہے جو ہماری مذہبی سرپھٹول کا باعث بنتا ہے

ہم بغیر کسی جھجک کے یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ بریلی کے جس مجدد فسق و تضلیل اور تکفیر باز کو انگریز ملعون نے اپنی ضرورتوں کے پیش نظر پروان چڑھایا اور پھر اس سے "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" نامی کتاب میں لکھا کر اپنی ظالمانہ حکومت کے لیے سند شرعی حاصل کی۔ اسی کے بعض گنے بندے پاکستان سے لے کر برطانیہ تک میں پھیلے ہوئے ہیں اور امت مرحومہ کی تکفیر و تفسیق کے روایتی ہتھیار لے کر یہ لوگ قومی زندگی کو تلخ کر رہے ہیں۔ اور حکومت ہر معاملہ میں حساس ہے۔ لیکن ان کے معاملہ میں ایسی خاموشی اختیار کرتی ہے کہ کسی اندرونی تعلق کا شبہ ہونے لگتا ہے۔

آج حالت تو یہ ہے کہ ان تکفیر بازوں کی ناوک افگنی سے مکہ و مدینہ کے آئمہ نہیں بچے لیکن حکومت اپنے ان معزز مہمانوں کے خلاف یہ تبرا بازی ہنسی خوشی برداشت کرتی ہے۔ فیا للعجب!

اسی طرح شیعہ حضرات کو یکایک نہ معلوم کیسے خیال آیا کہ ہم اب تک کلمہ غلط پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے تحریف کلمہ کی تحریک شروع کر دی اور تعجب بالائے تعجب

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : ادارہ

اللہ تعالیٰ سوائے اسلام کے کسی نظام کو پسند نہیں کرتے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدھم امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ۔ صدق اللہ العظیم

آج کی معروضات کا عنوان ہے کہ "اللہ تعالیٰ سوائے اسلام کے کسی نظام کو پسند نہیں کرتے"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ۳۰ پاروں اور ۱۱۴ سورتوں میں اسی دعوت کی تشریحات پر بار بار کلام فرمایا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اصل موضوع گویا ہے ہی یہی! اس دھرتی، اس کائنات اور اس زمین کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے تخلیق فرمایا۔ ارشاد ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سارے کا سارا اللہ نے تمہارے لیے پیدا فرمایا۔ مخلوقات کی حد و حساب نہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ زمین و آسمان اور درمیانی خلاء میں کیا کچھ ہے؟ لیکن ہے سب انسان کے لیے۔ یہ چاند، سورج، ستارے، پھل، سبزی، ترکاری، اناج، غلہ، سردی، گرمی کے تقاضوں کی چیزیں، موسم کا بدلنا سب کیوں ہے؟ کس لیے ہے؟ انسان کی بھلائی کے لیے، اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اور انسان کس لیے ہے؟ یہی وہ سوال ہے جس کے لیے اللہ رب العزت نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء علیہم السلام دنیا میں بھیجے۔ کم و بیش کہنا اس لیے ضروری ہے کہ قرآن و حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی تعیین سے متعلق حتماً کچھ نہیں۔ اسرائیلی روایات میں یہ عدد ہے اس لیے کم و بیش کہنا ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے بغیر صدق کہیں نہیں وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا گویا عدل و انصاف اور سچائی کی ایک ہی مشعل ہے اور وہ ہے قرآن! اس میں کوئی چیز آئے گی تو شک نہیں۔ اور اس بارے میں کوئی شک بھی کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔ قرآن سے قبل اللہ نے جتنی کتابیں اللہ نے دنیا میں بھیجیں۔ ان کی حفاظت انسانوں کے ذمہ تھی۔ لیکن انسانوں کی حفاظت کا کیا ہوا۔ جو محافظ بنائے گئے تھے انہوں نے ہی ان کتابوں کو بدل ڈالا۔ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کہ ان یہودیوں نے اپنی کتاب کو بدل ڈالا۔ کلمات کتاب میں تغیر و تبدل کیا۔ اس بناء پر اللہ نے جب آخری ہدایت نامہ قرآن کریم بھیجا تو اس کی حفاظت کا ذمہ دار انسانوں کو نہ ٹھہرایا بلکہ اعلان فرمایا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ بے شک ہم نے ہی اس کتاب ہدایت کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

آج دنیا میں اناجیل اربعہ اور تورات کے ترجمہ کیے ہوئے نسخے تو سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں لیکن اصل الفاظ کیا تھے، آیات کیا تھیں۔ ان کا دنیا میں وجود ہی نہیں۔ اس لیے ان کتابوں کے ترجمے شائع ہو رہے ہیں الفاظ کے بغیر۔ اور ان ترجموں میں بھی ہر سال مفہوم، مطالب اور الفاظ و معنیٰ کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

قرآن کریم چونکہ دائمی قانون ہے۔ اس کے الفاظ اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہیں۔ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔

اس بناء پر علماء کرام فرماتے ہیں کہ الفاظ کے بغیر فقط ترجمہ شائع کرنا ممنوع ہے اور اگر کسی نے صرف ترجمہ ہی شائع کیا تو اس کو قرآن نہیں کہا جائے گا۔

حضرتؒ کے زمانے میں کشمیری بازار لاہور سے "روشن چراغ" کے نام سے قرآن کا صرف ترجمہ شائع ہوا تو حضرت قدس اللہ سرہٗ نے اسی ہفتے سختی کے ساتھ اس کی تردید فرمائی اور اعلان کیا۔ کہ "بحیثیت مفتی یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ اس کی طباعت، اس کو پڑھنا، اس کا بیچ دینا بالکل حرام ہے"۔ کیونکہ قرآن کی تحریف کی یہ ابتدا ہے۔ پہلی کتابوں کی تحریف اور ان میں تغیر و تبدل کی یہی صورت بنی تھی۔ کہ الفاظ کہاں تھے اور ترجمہ کہیں تھا۔ رفتہ رفتہ الفاظ ختم ہوگئے اور ترجمہ باقی رہ گیا۔ جس میں مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اپنی ہوا اور خواہشات کے مطابق تغیر و تبدل شروع کر دیا۔ اور آج تک یہ سلسلہ یونہی چل رہا ہے کہ جب کوئی تورات و انجیل کا نیا نسخہ شائع ہوتا ہے۔ اس میں لکھا ہوتا ہے کہ سابقہ ترجمہ میں ترمیم و اضافہ کے بعد۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کا آخری حواری خود لکھتا ہے کہ لوگ مجھے کذّاب اور جھوٹا کہتے ہیں حالانکہ میرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدا کے قہر و غضب اور گرفت اور پکڑ میں مبالغہ آمیزی اس لیے کرتا ہوں تاکہ لوگ خدا سے زیادہ خوف کھائیں اور ڈریں۔

اس سے آپ خود ہی اندازہ لگا لیں کہ لوگ کذاب نہ کہیں تو اور ایسے شخص کو کیا کہیں۔ لیکن اللہ نے قرآن میں ایک شوشہ بھی اپنی طرف سے بڑھانے کی توفیق ہی انسانوں سے سلب کر لی۔ یہ نہیں کہ دشمنانِ اسلام نے کوشش ہی نہیں کی۔ اس قرآن کو مٹانے کے لیے لاکھوں روپیہ غیر مسلموں نے خرچ کیا لیکن آج سے دو سو چار سو سال قبل اور آج کے قرآن میں ذرہ بھر فرق نہیں ــــ بلکہ آج سے قبل چودہ سو سال کا پرانا نسخہ مصحف عثمانؓ روسی حکومت کے پاس تاشقند میں محفوظ ہے اور یہ مصحف وہ قلمی مصحف ہے جس پر شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کا خون ناحق گرا تھا۔

قرآن کی حفاظت تو بڑی چیز ہے حضورؐ کے مکاتیب کی بھی اللہ نے حفاظت فرمائی۔ ابھی چند ہی دن ہوئے اخبارات میں یہ بات شائع ہوئی کہ حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب برطانیہ میں کسی کے پاس موجود تھا جس کو متحدہ عرب امارات کے سربراہ نے نہایت زیادہ رقم ادا کر کے اُن سے خریدا لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ قرآن کا ترجمہ بغیر متن کے مسلمان خود آج تک شائع کر رہے ہیں۔ تحریف کا دروازہ کھول رہے ہیں اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ کل اگر دشمنانِ دین میں سے کوئی اس ترجمہ میں تحریف کر کے مسلمانوں کی طرف سے ہی شائع کر دے تو اس جرم کا کون مجرم ہوگا۔

میں نے جو آیت پڑھی ہے اس میں مسلمانوں کو یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ اسلام کے نظام کے سوا کوئی نظام حیات بھی فلاح و بہبود کا ضامن نہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے تمام ادوار میں مکمل رہنمائی کر سکتا ہے۔ آج ہم مسلمان انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر تو یقین رکھتے ہیں کہ ان کو اپنانے سے ہمارے تمام اقتصادی، معاشی اور تعلیمی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ لیکن خدا کے بنائے ہوئے قوانین جو اٹل دائمی اور حقیقی معنوں میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی کے ضامن ہیں۔ ان پر ہمارا یقین پختہ نہیں۔ گویا مخلوق کے بنائے ہوئے قوانین تو ہمارے لیے قابلِ قبول ہیں مگر خالق کے اصول دیئے ہوئے ہمارے لیے راحت و رافت اور حقیقی مسرت کے ضامن نہیں۔ یہ کس قدر بوالعجبی ہے؟

مجھے تعجب ہے تو اس بات پر اور حیرانگی ہے تو اس روش پر کہ جن لوگوں کو دین سے تعلق کم ہے وہ اسلام کے اصول و فروع سے ناواقف ہیں۔ دین کا انہوں نے زیادہ علم حاصل نہیں کیا ان کا علم صرف ذاتی مطالعہ کی حد تک ہے یا اتنا ہی جو علماء کی مجالس میں بیٹھ کر حاصل ہوا۔ اور ساری عمر وہ کالج اور یونیورسٹی کی فضاؤں میں جھولا جھولتے رہے۔ وہ اگر اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات نہ سمجھیں۔ اسلام کی تعلیمات کو اپنے لیے مشعل راہ نہ سمجھیں۔ سوشلزم اور کمیونزم کے نظام میں اپنے دل کی تسکین کا سامان تلاش کریں

لیننن اور سٹالن کے نظریات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔
تو ایسے لوگوں پر شکوہ تو ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود
ان لوگوں نے اسلام کو کیوں نہ سمجھا؟ اور اسلامی نظام
سے روگردانی کیوں کی؟ لیکن ان پر شکوہ تھوڑا اور
کم ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو عالم دین ہیں۔ اپنی
عمر کے قیمتی لمحات دین کا علم حاصل کرنے میں
صرف کیے۔ شب و روز اسلام کی خوبیاں بیان کرتے
رہے۔ لوگوں کو یہ بتاتے رہے کہ اسلام ہی ہمارے
تمام مسائل کا بہترین حل ہے۔ اسلام سے اقتصادی
اور معاشی مسائل میں راہنمائی حاصل کرنے کی لوگوں کو
تلقین کرتے رہے، دن رات ہمارے سامنے مل کہ اسلامی
نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔ اسلام کے نام پر
روٹی کماتے رہے۔ اسلام کے نام پر ہی ووٹ قوم
سے مانگے۔ اسلام کے نام پر ہی الیکشن میں حصہ لیا
اور اسلام کے نام پر ہی الیکشن میں کامیاب ہو کر
نیشنل اسمبلی کے ممبر بنے۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے
آج وہی لوگ اسلام کو ناقص نظام سمجھ کر اور یہ خیال
کر کے کہ اسلام صرف نماز، روزہ کا نام ہے۔ اقتصادی
اور معاشی میدان میں ہماری راہنمائی نہیں کر سکتا۔ اس
جماعت میں شامل ہو گئے جس کا نعرہ یہ ہے کہ اسلام
ہمارا مذہب ہے، جمہوریت ہماری سیاست ہے۔ اور
سوشلزم ہماری معیشت ہے۔ گویا ان لوگوں نے اپنے
کردار اور عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ اب اسلام
میں کوئی خوبی نہیں۔ اس کے تمام محاسن ختم ہو چکے۔ اب
اگر کوئی نظام اقتصادی اور معاشی انقلاب لا سکتا ہے
تو وہ صرف سوشلزم ہے۔ اس بنا پر ان لوگوں نے
اقتدار کی چوکھٹ پر سجدہ کر کے اور اسلامی نظام کے
نعرے سے تائب ہو کر مسند اقتدار پر فائز لوگوں کے
ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یا خود ان لوگوں کے دلوں میں
اقتدار کی اتنی ہوس ہے کہ جس کی لالچ اور آرزو میں
انہوں نے اپنے مقام اور اپنے ایمان کو بھی اقتدار کی
کرسی کے حصول میں داؤ پر لگا دیا۔ اور یہ ثابت کرنا
شروع کر دیا کہ ہم بھی وزارتوں کے اہل ہیں۔ اسی
نام نہاد اور اقتدار کے بھوکے عالم دین نے کراچی میں
بعض دوستوں کو ٹیلیفون پر کہا کہ مجھے وزارت میں
لینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اب جب کہ ہم اپنی جماعت
کو چھوڑ کر آ گئے ہیں تو اوروں کو وزارت میں ہمارے
علاوہ لے لیا گیا۔ اب آپ جائیں اور بھٹو صاحب
سے کہیں کہ ہمیں وزارت میں کیوں نہ لیا؟ آپ بتائیں
یہ کس قدر ذلت ہے کہ تیسرے آدمی کی منت سماجت کی
جائے کہ آپ جا کر اس سلسلہ میں احتجاج کریں۔

اندازہ لگائیں کہ لوگ کس طرح اقتدار کے واسطے
اپنی پارٹی اور جماعت سے وفاداریاں تبدیل کر لیتے
ہیں اور اپنے ایمان تک کو اقتدار کے آستانہ پر بھینٹ
چڑھا دیتے ہیں۔

اسلام کا صحیح منشور جمعیۃ علماء اسلام پیش کر رہی
ہے نہ کہ حزب اقتدار۔ وہاں تو صرف نعرہ کے طور
پر اسلام کو استعمال کیا جاتا ہے اور خصوصاً اس وقت
تو اسلام کی زیادہ رٹ لگائی جاتی ہے۔ جب اقتدار
کی کرسی ہاتھ سے نکلنے کا خطرہ بڑھ گیا ہو۔

عرض کر رہا تھا کہ اسلام کا صحیح منشور جمعیۃ کا
ہی ہے۔ چنانچہ بلوچستان کے موجودہ گورنر خان آف
قلات نے حضرت درخواستی مدظلہ العالی سے گورنر بننے
سے پہلے ایک دفعہ کہا تھا کہ میں نے دوسری جماعتوں
کے منشور بھی دیکھے۔ لیکن جمعیۃ کا منشور مجھے سب
سے زیادہ پسند آیا۔ کیونکہ یہ صحیح اسلامی منشور ہے۔
جب کبھی اللہ نے مجھے اقتدار کا موقع دیا تو میں
اسی منشور پر عمل کروں گا۔ چنانچہ جب وہ گورنر بنے
تو حضرت درخواستی مدظلہ نے حضرت مولانا سید شمس الدین
شہیدؒ کو جو اس وقت حیات تھے یہ پیغام دے کر
خان قلات کی خدمت میں بھیجا کہ اب تو آپ گورنر
ہیں اس منشور پر عمل کریں جبکہ آپ نے اس پر عمل پیرا
ہونے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ لیکن انہوں نے کوئی جواب
نہ دیا۔ سوائے اس بات کے کہ آپ بھٹو صاحب
سے تعاون کر کے اس منشور کے نفاذ کی کوشش کریں
اور یہ صرف خان آف قلات کی بات نہیں۔ بلکہ اہل
اقتدار کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ جب اقتدار مل
جاتا ہے سارے وعدے بھول جاتے ہیں۔ کون اقتدار کی

خلوص و محبت کی داستان

حضرت مولانا عبید اللہ انور کا استقبال

حکیم عبدالحلیم ناظم نشر و اشاعت جمعیۃ علماء اسلام شیخوپورہ شہر کی اطلاع کے مطابق حضرت جانشین شیخ التفسیرؒ مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم امیر جمعیۃ علماء اسلام ۲۳ / اپریل کی شام کراچی ایکسپریس کے ذریعہ ٹوبہ ٹیک سنگھ جاتے ہوئے شیخوپورہ سے گزرے تو اسٹیشن پر مقامی علماء کرام اور جمعیۃ علماء اسلام و جمعیۃ طلبہ اسلام کے سینکڑوں کارکنوں نے آپ کا استقبال کیا اور آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ استقبال کرنے والوں میں قاری محمد امین، سید امین گیلانی مولانا عبدالہادی، شیخ محمد یوسف وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

گاڑی رکتے ہی حضرت والا ڈبہ سے باہر تشریف لائے تو فضا نعرہ ہائے تکبیر، جمعیۃ علماء اسلام اور قائد جمعیۃ سے گونج اٹھی۔ اراکین جمعیۃ پروانہ وار حضرت کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ اور آپ پر پھول کی پتیاں نچھاور کیں۔ مصافحہ و سلام کے بعد حضرت نے انتہائی رقت آمیز لہجہ میں ملک میں اسلامی نظام کے قیام، ظلم و جبر کے خاتمے، اکابرین و کارکنان جمعیۃ کی صحت و خوشحالی کے لیے دعا کی اور وسل ہوتے ہی نعروں کی گونج میں گاڑی پر سوار اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔

اور جب اگلے دن شام کو ربوہ سے واپسی ہوئی۔ تو پھر کارکنوں کی ایک کثیر تعداد آپ سے ملی، نعروں سے استقبال کیا، پھول نچھاور کئے۔

واپسی پر لاہور سے حضرت کے صاحبزادگان میاں اجمل قادری، میاں اکمل قادری، حضرت حافظ حمید اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حبیب اللہ، طالب علم رہنما متین چودھری اور مدیر خدام الدین محمد سعید الرحمٰن علوی آئے ہوئے تھے جبکہ حافظ صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے حافظ سعید اللہ صاحب اور حاجی بشیر احمد حضرت کے ہمراہ تھے۔ حضرت کی مختصر نصیحت اور دعا کے بعد گاڑی چل دی اور اس طرح کارکن اپنے محبوب رہنما کو سلام کر کے رخصت ہوئے۔

مسند پر بیٹھ کر وعدے پورے کرتا ہے۔ ع
"وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا"

اور یہی منافق کی نشانی ہے اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ۔ جب وہ وعدہ کرتا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے

تو یہ ہے انسان کی حرص و ہوس کا نتیجہ کہ وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تھوڑا سا اقتدار کا جھونکا آیا وزارت یا گورنری کی کرسی ملنے کی امید لگی سب کچھ چھوڑ دیا۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے چار تو صوبے ہیں پھر کس کس کو بھٹو صاحب گورنری اور وزارت اعلیٰ کی کرسی سونپیں گے۔ علماء کا تو یہ وطیرہ تھا کہ کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ پر عمل کرتے۔ لیکن آج تو ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کے علماء کا تعاون ظالم، جابر، فاسق، بدکار اور بدکردار قسم کے حکمرانوں کو حاصل ہے۔ حضورؐ تو ایسے لوگوں کو شیطان اخرص، گونگا شیطان قرار دیتے ہیں۔

بہرحال یہ لوگ جو کتمان حق میں مصروف ہیں۔ اللہ اور رسولؐ کے ہاں اپنا انجام سوچ لیں۔ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ برائی کو، بے حیائی کو مٹائے نہ کہ اس کے ممد و معاون ثابت ہو۔ خصوصاً اس دور میں جبکہ برائی انتہائی عروج پر ہے اور انگریز کے زمانے سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس زمانہ میں تو اگر بارات، باجے ہندو مسجد کے سامنے سے گزارتے تو جھگڑا پڑ

(باقی صـ ۱۲ پر)

تحریر: —— حاجی کمال الدین - لاہور

آج کل بے حیائی، بے پردگی اور عریانی کے مضر اثرات انسان کے اخلاق اور روحانیت کو کس طرح تباہ و برباد کرتے ہیں اس کو تو اہل نظر ہی جانتے ہیں لیکن دنیا میں لوٹ و مار اور قتل و غارت کے بڑے بڑے حادثات جن کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ان کے بارے میں صحیح صحیح معلومات کی جائیں تو ان میں تقریباً اسی پچاسی فیصد کسی عورت کا قصہ ہی ہوتا ہے۔ دراصل یہ سب کچھ عورت کی بے پردگی اور اس کی آزادی کے سبب سے ہی ہوتا ہے جس کو آج کل ترقی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اب تو بہت سے یورپ والے بھی ان خوفناک برے نتائج سے تنگ آکر عورت کو دوبارہ گھریلو زندگی کی طرف واپس لانے کی سوچ رہے ہیں مگر ۔۔۔

اب کیا ہوتا ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب یہ ان کے بس کا روگ نہیں۔ آزادی حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے بہت سے مسلمان بھائیوں نے یورپ کی نقالی ہی کو اپنے لئے ذریعۂ ترقی و فلاح سمجھ لیا ہے۔ پارٹیشن کے بعد ہزاروں گھرانوں کی تبدیلی نے ان خاندانوں کو بھی بے پردہ کر دیا ہے جن میں سختی کے ساتھ پردہ کی پابندی تھی یہاں کے گاؤں، قصبوں، شہروں، محلوں، بازاروں، پارکوں اور کلبوں کی طرف نظر دوڑا کے دیکھ لیں، بے پردگی کیا بلکہ ہر گناہ پہلے سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہو رہا ہے اور ان کے تلخ ترین خمیازے بھی آئے دن بھگتنے پڑتے ہیں مگر پھر بھی ہم لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

پاکستان میں بے پردگی کی وبا بڑی سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو پردہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنائے جائیں۔ پہلے تو انشاء اللہ پردہ کے بارے میں چند آیات کا ترجمہ ہوگا اور پھر حضورؐ کے ارشادات پیش ہوں گے۔

ترجمہ اور تشریح بیان القرآن اور فوائد علامہ عثمانیؒ سے ماخوذ ہیں۔

(سورۂ احزاب ع ۸) ترجمہ:۔ اے پیغمبر اپنی بیویوں سے اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کر لیا کریں اپنے (چہرہ کے) اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔ اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:۔ یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں، روایات میں ہے کہ آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپا لینا چاہئے۔ لونڈی باندیوں کو اس کا مکلف نہیں کیا۔ کیونکہ کاروبار میں حرج عظیم واقع ہوتا ہے۔ اس آیت میں تعلیم ہے گھر سے باہر نکلنے کے ضابطہ کی جو کسی ضرورت سفر وغیرہ سے واقع ہے کہ اسوقت بھی بے حجاب مت ہو بلکہ اپنی چادر کا پلہ اپنے چہرہ پر لٹکا لیں تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آئے۔ اس تصریح کے بعد کسی کو یہ کہنے کی گنجائش کب ہے کہ چہرہ کا چھپانا فرض و واجب نہیں ہے۔ نص قطعی ہے۔ اور دلالت بھی قطعی بلکہ دیگر نصوص قرآن اور تصریحات احادیث کے مجموعہ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم عورتوں کے لئے اصل حکم یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں باہر نہ نکلیں۔ بقولہٖ تعالیٰ وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ (اور ٹھہرو اپنے گھروں میں) لیکن کسی وقت باہر نکلنے یا کسی غیر محرم کے سامنے آنے کی کوئی طبعی یا شرعی ضرورت پیش آجائے تو بوقت ضرورت بقدر ضرورت باہر جانا کسی غیر محرم کے سامنے آنا جائز ہے۔ ضرورت طبعی سے مراد یہ ہے کہ انسانی ضروریات میں سے کوئی ضرورت پیش آجائے۔ مثلاً کسی عزیز قریب کے گھر جانے

کی کوئی ضرورت ہو یا بازار وغیرہ سے ضروریات لانے کیلئے کوئی مرد نہیں اور ملازم بھی رکھ کر کام لینے پر قدرت نہیں ہے تو گھر سے نکلنا ایسی صورت میں جائز ہے مگر یہ لازم ہے کہ سر سے پیر تک کوئی لانبی چادر یا برقع پہن کر نکلے جس میں پورا بدن مستور ہو کیونکہ یہ ضرورتیں اتنے پردے کے ساتھ بھی پوری ہو سکتی ہیں اور اگر ضرورت پردہ کے ساتھ پوری نہیں ہو سکتی تو بقدر ضرورت پردہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی ڈاکٹر یا طبیب کو نبض دکھانے کے لئے ہاتھ باہر نکال سکتی ہے اور کسی دوسرے حصہ بدن پر بیماری ہو اور کپڑے ڈھانک کر دکھلانا کافی نہ ہو تو صرف اس حصہ بدن کو کھول کر دکھلانا جائز ہے اور شرعی ضرورت مثلاً شہادت دینے کے لئے قاضی یا جج کے سامنے چہرہ کھول کر آ سکتی ہے۔ اسی طرح کفار یا ڈاکو مکان پر چڑھ آئیں تو مدافعت اور اپنی حفاظت کے لئے بے پردہ ہو کر مقابلہ کرنا بھی جائز ہے نساء صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو واقعات جنگ و جہاد میں لڑنے اور مقابلہ کرنے کے منقول ہیں، وہ ایسی ہی حالت کے متعلق ہیں۔ خلاصہ یہ کہ عورتوں کیلئے اصل حکم پردہ اور گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے کا ہے۔ مگر بوقت ضرورت بقدر ضرورت اس سے مستثنے ہیں۔ بلا ضرورت یا ضرورت سے زائد بے پردگی غیر محرموں کے سامنے حرام ہے۔ فقہا کے اقوال و تصریحات کا یہی خلاصہ ہے۔

(سورۂ احزاب پ ۲۲ ع ۴) ترجمہ:۔ اے نبیؐ کی بیویو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جب کہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی (اور بدی) ہے اور قاعدہ (عفت) کے مطابق بات کرو اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے (پیغمبر کے) گھر والو تم سے (معصیت و نافرمانی کی) آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ظاہراً و باطناً عقیدۃً و عملاً و خلقاً بالکل) پاک رکھے۔

تشریح:۔ یعنی اے نبی کی بیویو تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین ؐ کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور اُمّہات المومنین بنایا۔ لہٰذا تقویٰ اور طہارت کا بہترین نمونہ پیش کرو گی جیسا کہ تم سے توقع ہے اس کا وزن اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔ اور بالفرض کوئی بری حرکت سرزد ہو تو اسی نسبت سے وہ بھی بہت زیادہ بھاری اور قبیح سمجھی جائے گی۔ غرض بھلائی کی جانب ہو یا برائی کی عام مومنات سے تمہاری پوزیشن ممتاز رہے گی۔ اگر تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (جس کی ضرورت خصوصاً امہات المومنین کو پیش آتی رہتی ہے) نرم اور دلکش لہجے میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے۔ لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو اور کسی بدباطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے۔ اُمّہات المومنین کو اس بارے میں اپنے مقام بلند کے لحاظ سے اور بھی زیادہ احتیاط لازم ہے تاکہ کوئی بیمار اور روگی دل کا آدمی بالکل اپنی عاقبت تباہ نہ کر بیٹھے۔ یہ ایک ادب سکھایا کہ کسی مرد سے بات کہو تو اس طرح کہو جیسے ماں کہے بیٹے کو اور بات بھی بھلی اور معقول ہو۔

بے پردہ باہر پھرنے کی ممانعت

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ الخ یعنی اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو۔ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتیں اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا ہے اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔ اُمّہات المومنین کا فرض اس معاملہ میں بھی اوروں سے زیادہ مؤکد ہوگا جیسا کہ سابقہ آیت کے تحت میں گزر چکا۔ باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بنا پر بدوں زیب و زینت کے مبتذل اور قابل اغتناء لباس میں مستتر ہو کر احیاناً باہر نکلنا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا مظنہ نہ ہو بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے۔ اور خاص ازواجِ مطہرات کے حق میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ متعدد واقعات سے اس طرح نکلنے کا ثبوت ملتا ہے لیکن شارعؑ کے ارشادات سے بداہتہً ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پسند اسی کو کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بہرحال اپنے گھر کی زینت بنے اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقع نہ دے۔

تفہیم :- جو احکام ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں تمام عورتوں کے لئے ہیں۔ ازواجِ مطہرات کے حق میں چونکہ ان کا تاکد اہتمام زائد تھا۔ اس لئے لفظوں میں خصوصیت کے ساتھ مخاطب ان کو بنایا گیا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ برائی کے موقع سے بچنا اور نیکی کی طرف سبقت کرنا سب کے لئے ضروری ہے۔ مگر ازواج مطہرات کے لئے سب عورتوں سے زیادہ ضروری ہے ان کی ہر ایک بھلائی برائی وزن میں دوگنی قرار دی گئی ہے۔

سورۂ النور - ع ۴) ترجمہ :- (اے پیغمبرؐ) آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی آبرو کی حفاظت کیا کریں اور اپنا حسن و جمال نہ دکھایا کریں۔ مگر جو چیز اس میں (غالباً) کھلی ہی رہتی ہے جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے) اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنے حسن و جمال کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر اپنے شوہروں پر یا باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی اور علاتی اور اخیافی) بھائیوں پر
اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان کے مردوں پر جو (کھانے پینے کے واسطے) طفیلی (کے طور پر رہتے ہوں) اور ان کو (بوجہ حواس درست نہ ہونے کے عورتوں کی طرف) ذرا توجہ نہ ہو۔ یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں۔ اور اپنے پاؤں زور زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور مسلمانو (تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہو گئی ہو تو) تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

تشریح :- بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔ اس سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا یعنی مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں۔ اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اس طرف نظر نہ کرے کیونکہ یہ دروازہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر آدمی نیچی نگاہ رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے چونکہ پہلی مرتبہ دفعتہً جو بے ساختہ نظر پڑی ہے از راہِ شہوت و نفسانیت نہیں ہوتی۔ اس لئے حدیث میں اس کو معاف رکھا گیا ہے۔

امام بخاریؒ نے سورۂ احزاب کی تفسیر میں حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی خدمت میں نیکوکار اور بدکار سب طرح کے آدمی آتے ہیں اگر آپ امہات المومنین (ازواج مطہرات) کو پردہ کے متعلق فرما دیں تو اچھا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیتیں نازل فرمائیں (جس کی وجہ سے تمام عورتوں پر پردہ کرنا فرض ہوا (بخاری

تشریح :- اس حدیث سے پردہ شرعی کی ابتدا معلوم ہوئی کہ حضرت عمرؓ کا طبعاً تقاضا تھا کہ ازواج مطہرات کو کسی کے سامنے نہ آنے دیجئے۔ حضورؐ اپنی بلند نظری سے التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ وحی نازل ہوئی پھر خود آپ نے نہایت تاکیدی احکام خاص و عام جاری فرمائے۔ خود بھی عمل کر کے امت کو تعلیم فرمائی نیز اس سے پردۂ شرعی کی کیفیت مطلوبہ بھی معلوم ہوئی کہ اصل یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں سے علیحدہ پس پردہ رہنا چاہیئے اور جہاں کہیں عورت کو باہر نکلنے، مردوں سے معاملات کرنے کی اجازت برقع وغیرہ کی شرط کے ساتھ دی گئی ہے وہ بوقت ضرورت بقدر ضرورت کے ساتھ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت میمونہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھیں اتفاقاً عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نابینا صحابی) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضورؐ نے ان دونوں (ام سلمہؓ اور میمونہؓ) سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں جو ہم کو دیکھ نہیں سکتے تو حضور نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں۔ کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں۔ اس کو امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

تشریح :- دیکھئے باوجودیکہ اس مقام پر کوئی قریب احتمال بھی خرابی کا نہ تھا کیونکہ ایک طرف ازواج مطہرات جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور دوسری طرف ایک نیک صحابی پھر وہ بھی نابینا لیکن اس پر بھی مزید احتیاط کے لئے تعلیم امت کے ۔۔۔

کو پردہ کرا دیا۔ تو جہاں ایسے قوی موانع جمع نہ ہوں وہاں اس کا اہتمام کس قدر ضروری ہوگا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ایک خط دینے کو حضورؐ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ الحدیث۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے (مشکوٰۃ)

تشریح :۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ کی عورتیں خود حضورؐ سے بھی پردہ کرتی تھیں اور اصل پردہ شرعی کی کیفیت بھی معلوم ہوئی کہ پردہ کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر پرچہ پیش کیا۔

ابوداؤد نے کتاب الجہاد میں حضرت قیس بن شماسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت جس کو ام خلاد کہتے تھے۔ چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئی کہ اس کا بیٹا جو جہاد میں شہید ہو گیا تھا۔ آخرت میں اس کا کیا درجہ ہے۔ معلوم کرے۔ بعض لوگوں نے اس سے کہا کہ جوان بیٹے کی موت کے حادثۂ فاجعہ کے ہوتے ہوئے بھی تم نقاب و حجاب کے ساتھ آئی ہو۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کی عورتیں خود حضورؐ کے سامنے بھی چہرہ کھول کر نہ آتی تھیں یہاں تک کہ اس سراسیمگی کی حالت میں بھی وہ اس طرح کے پردہ پہ قائم تھیں اور جن مجبوریوں کی حالتوں میں عورتوں کو چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ عورت کو اگر منہ چھپانے میں تنگی یا تکلیف ہو تو بوقت ضرورت وہ اپنا چہرہ کھول سکتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس وقت مردوں کو بھی عورتوں کے چہرے کا دیکھنا بلا ضرورت جائز ہے۔

ابوالسائب ابوسعید خدری سے ایک نوجوان (صحابی) کے قصے میں جس کی شادی کو کچھ ہی دن گزرے تھے روایت کرتے ہیں کہ (وہ نوجوان ایام جہاد میں حضورؐ کی خدمت سے واپس اپنے گھر گیا) تو اس کی بیوی دروازہ پر کواڑوں کے بیچ میں کھڑی ہوئی تھی۔ نوجوان نے اپنا نیزہ اس کی طرف سیدھا کیا تاکہ اس پر حملہ کرے اور جوشِ غیرت سے بے تاب ہو گیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح :۔ معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی رسم اس درجہ طبائع میں مرکوز تھی کہ بیوی کو دروازہ پر کھڑا دیکھ کر جوشِ غیرت سے بے تاب ہو گئے۔ تہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کی بیویوں، بہو بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کو پردہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین!

بقیہ : خطبہ جمعہ

جاتا۔ آج مسلمان عین نماز جمعہ کے وقت مسجد کے سامنے سے باجے بجاتے ہوئے گزریں گے۔ اور کچھ وہ بھی ہوں گے جو جمعہ کی اذان کی آواز سننے کے باوجود کاروبار میں مشغول ہوں گے یا اپنے گھروں میں بیٹھے ہوں گے حالانکہ ایسے وقت میں، اذان جمعہ ہو جانے کے بعد بیع، شراء، خرید و فروخت قطعاً حرام ہے۔ اسی لیے قرآن کا یہ حکم ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو جائے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ کہ اللہ کے ذکر کے لیے مسجدوں کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت ترک کر دو ــــ لیکن ہم میں سے کتنے اس پر عمل کرتے ہیں۔

بلکہ حالت اب تو یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اسلام کے احکام کو ماننا تو علیحدہ رہا ہم تو سرے سے ہی اسلام کو ناقص سمجھ بیٹھے ہیں۔ گویا خداوند قدوس بھی معاذ اللہ خطا و نسیاں کے پتلے ہیں کہ وہ بھی کوئی ایسا نظام مرتب نہ کر سکے جس میں پیوندکاری کی ضرورت محسوس نہ ہو۔

اسلام کی خوبیاں، اسلام کے کمالات، اسلام کی بتائی ہوئی راہ مستقیم کو کوئی اپنائے یا ٹھکرائے۔ اسلام بہرحال ایک مکمل آئین خداوندی ہے جس کی حقیقت سے انکار اور مفر ممکن نہیں۔

اللہ تعالےٰ ہمارا تعلق اسلام سے وابستہ رکھے اور دینِ اسلام پر ہی ہمیں موت عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خلافِ پیمبرؐ کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ثمرات الاوراق

مسلسل

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل صاحب مدظلہ

سلطان نور الدین زنگی کا زہد و تقویٰ

اس کا نام خلیفہ بغداد کے نام کے ساتھ خطبوں میں پڑھا جاتا تھا۔ مگر جانتے ہو اور تو اور اپنی ملکہ تک کے مصارف کے لئے اس نے جو نظم کیا تھا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ شام کے شہر حمص میں تین دکانیں تھیں (جنہیں نور الدین زنگی نے مال غنیمت کے حصّہ سے خریدا تھا۔ انہی تین دکانوں کے کرایہ کی آمدنی ملکہ کے لئے نور الدین نے مختص کر دی تھی۔ سالانہ کل ۲۰ دینار اس ذریعہ سے ملکہ کو ملتے تھے۔ سال کے بارہ مہینے کے لئے بیس اشرفیاں؟ ایک معمولی غریب آدمی کے لئے بھی اس کا سوچنا دشوار ہے۔ ابن اثیر نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ملکہ نے نور الدین سے تنگی اور ضیق معیشت کی شکایت کرتے ہوئے چاہا کہ اس کی تنخواہ میں کچھ اضافہ کر دیا جائے۔

جواب میں نور الدین نے کہا:۔

لیس لی الاھذا وجمیع مافی یدی انافیہ خازن للمسلمین لا اخونہم فیہ ولا اخوض نار جہنم لاجلک۔ ترجمہ میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے باقی میرے قبضہ میں (حکومت کی جو آمدنی) سو اس میں مسلمانوں کا میں صرف خزانچی ہوں۔ میں اس مال میں خیانت کر کے جہنم کی آگ میں تمہارے لئے نہیں گھس سکتا۔

اور جب اسی سلطان نور الدین انار اللہ برہانہٗ کی وفات ہوئی۔ تو ابن اثیر سے خود اس طبیب نے بیان کیا تھا۔ جو بادشاہ کا معالج تھا کہ خناق کے مرض میں مبتلا ہونے کے بعد دوسرے اطباء کے ساتھ قلعہ دمشق میں مجھے بھی طلب کیا گیا۔ جب میں پہنچا تو میں نے اس بادشاہ کو دیکھا۔ ھو فی بیت صغیر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہے۔

طبیب کا بیان ہے۔

کان تخلو فیہ للتعبد اس کوٹھڑی میں سب سے الگ ہو کر تنہائی میں بادشاہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی میں بیمار ہوئے اور مرض بڑھتا گیا۔ لیکن اس کوٹھڑی سے منتقل نہ ہوئے اطباء نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ

”سب سے پہلی ضرورت یہ ہے۔ کہ آپ اس تنگ و تاریک حجرے سے منتقل ہو کر کسی ہوا دار روشن مکان میں قیام اختیار کیجیے کیونکہ اس مرض میں خصوصیت کے ساتھ مکان کی تنگی اور تاریکی کو بہت دخل ہوتا ہے“:

اس وقت مرض کی شدت اس نوبت کو پہنچ چکی تھی، کہ بادشاہ اپنی آواز دوسروں تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ آخر اسی مرض میں وفات پائی۔

ایک نصرانی طبیب کے سامنے کتاب و سنت سے طِب کا ثبوت

خلیفہ ہارون الرشید کا ذاتی طبیب عیسائی تھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ کے سامنے بیٹھا تھا اور باتیں ہو رہی تھیں۔ اتفاق سے علی ابن حسین بن واقد بھی موجود تھے۔ طبیب نے علی سے کہا ”علم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علم الابدان اور (۲) علم الادیان۔ یعنی جسم کا علم اور مذہب کا علم۔ لیکن آپ کی کتاب (قرآن) میں علم طب کا کچھ بھی ذکر نہیں یہ کیا بات ہے؟

علی نے جواب دیا۔ ”اللہ تعالیٰ نے ساری طب کو آدھی آیت میں جمع کر دیا ہے“:

طبیب نے پوچھا ”وہ کیا ہے ہم کو بھی سنائیے“: علی نے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”کلوا واشربوا ولا تسرفوا“ ”یعنی کھانے پینے میں اعتدال سے کام لو“ طبیب نے کہا، ”طب کے بارے میں آپ کے رسول سے بھی کچھ مروی ہے“: علی نے کہا، ”کیوں نہیں بہت سادہ الفاظ میں بہت بڑی بات بیان فرمائی ہے“، طبیب نے دریافت کیا وہ بھی فرمائیے۔ علی نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ”المعدۃ الداء و الحمیۃ راس کل دواء۔

ترجمہ: معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز ہر دوا کی اصل ہے"
یہ سن کر نصرانی طبیب نے کہا "تمہارے نبی اور تمہاری کتاب (قرآن) نے بیچارے جالینوس کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ ساری طب ان چند لفظوں کے اندر آگئی اور حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ (کشاف روح المعانی)

ماں کا بیٹوں کو جوہر شجاعت دکھلانے کی تلقین

بیبیوں میں ایک صحابیہ بی بی حضرت خنساء بنت عمرو بن شرید رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں کہ مشہور عرب شاعر امراءالقیس کی ساتویں پشت سے ہیں۔ جن کے خاندان میں شاعری ورثہ میں تھی۔ جناب خنساء کو اسلام سے قبل اور اسلام لانے کے بعد بھی مرثیہ گوئی میں وہ کمال حاصل تھا کہ پتھر کا کلیجہ بھی ان کے اشعار سن کر موم ہو جاتا تھا، جناب خنساء کے چار صاحبزادے تھے۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جنگ قادسیہ میں شریک جنگ ہوئے۔ ان کی والدہ بھی میدان جنگ میں موجود تھیں۔ یہ چاروں بھائی اکٹھے میدان جنگ میں نکلے۔ حضرت خنساء نے انھیں یہ نصیحت فرمائی۔

"میرے بچو! خیال رہے کہ تم نے اپنی رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا ہے اور اسلام کی بہتری کے لیے ہجرت کی۔ اُس وقت تم بالغ تھے۔ آج بھی تم بالغ ہو۔ پھر اسے بھی نہ بھولو کہ تم ایسے باپ اور ماں کی اولاد ہو۔ جنھوں نے تمھیں گناہ سے نہیں جنا۔ اور تمہارا ماموں بھی پاک دامن تھا۔

ان صاحبزادوں کا صبر و استقلال ان کی والدہ ماجدہ محترمہ کی طرح قابل حیرت ہے۔ ان میں پہلا فرزند میدان میں دوڑتا ہوا آیا۔ اور اپنے کافر حریف کے سامنے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔"

"میری بوڑھی ماں نے مجھے نصیحت کی ہے کہ میں صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑوں"

اسی طرح دوسرے نوجوان آدمی نے کہا۔ اسی طرح تیسرے غازی اور چوتھے مرد میدان نے فی البدیہہ اپنے اپنے مقابل کے سامنے اپنی والدہ کی نصیحت دہرا دہرا کر داد شجاعت دی۔ چاروں بھائیوں نے صبر و استقلال کا ایسا نمونہ پیش کیا۔ جس پر آج ہم فخر سے ان کا سراپا زیب داستان کر رہے ہیں۔ یہ چاروں بھائی اسی جنگ میں شہید ہوگئے۔ مگر ان کی شہادت کی خبر سن کر ان کی صابرہ ماں حضرت خنساء نے جو کچھ کہا۔ صبر و تحمل کے باب میں جلی حروف سے لکھنے کے قابل ہیں جس نے آج مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت

سے حضرت بخشی"۔ (اصابہ جز ۸ ص ۱۷۴)

ایک قیدی کی شجاعت کی وجہ سے رہائی

حضرت ابومحجن ثقفی رضی اللہ عنہ (صحابی) کا واقعہ تمام واقعات سے عجیب تر ہے۔ انھوں نے امانت کا خیال کس طرح رکھا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قادسیہ پر حملہ کے دوران میں گھمسان کا رن پڑا۔ سپہ سالار حضرت سعد رضی اللہ عنہ بالاخانے پر بیٹھے فوج کو لڑا رہے تھے۔ حضرت محجن کسی جرم میں اسی قلعہ میں قید تھے۔ یہ بھی لڑائی کا نظارہ دریچہ سے دیکھ رہے تھے اور شجاعت کے جوش میں بے تاب تھے۔ انھوں نے سپہ سالار حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ وہ مجھے ذرا تھوڑی دیر کے لیے باہر جانے دیجیے۔ میں واپس آ کر خود بخود یہ بیڑیاں پہن لوں گا۔ بی بی نے انکار کر دیا تو یہ حسرت سے اشعار کہنے لگے۔ اس پر حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں اس قدر اثر ہوا کہ اپنے ہاتھوں سے ان کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ حضرت ابومحجن رضی اللہ عنہ نے اصطبل سے سپہ سالار کا گھوڑا کھولا اور بجلی کی طرح دشمن پر جا کودے۔ دشمن حیران تھے اور مسلمان شادان کہ یہ کون آگیا۔ سپہ سالار حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی منظر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے دل میں کہا "جنگ کا انداز ابومحجن رضی اللہ عنہ کے حصے میں تھا۔ مگر وہ تو قید خانے میں ہے۔ شام ہونے کو آئی تو قیدی میدان سے لوٹ آیا۔ گھوڑا اصطبل میں باندھا اور پھر وہی بیڑیاں پھر اپنے پاؤں میں ڈال لیں۔ اُدھر بی بی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے تمام واقعہ اپنے شوہر سے عرض کر دیا۔ سپہ سالار نے فرمایا "خدا کی قسم جو شخص مسلمانوں پر یوں جان نثار کرے۔ میں اسے قید خانے میں نہیں رکھ سکتا اور حضرت ابومحجن رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا۔ (حیاۃ الصحابہ)

حاضر جواب مجرم

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ حمید طوسی پر خفا ہو گیا اور تلوار منگوائی تاکہ اسے قتل کر دے۔ حمید رونے لگا۔ رشید نے پوچھا تو کیوں رو رہا ہے، حمید نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا، وہ ایک ناگزیر چیز ہے، ہر شخص کو ایک روز مرنا ہے۔ روتا اس پر ہوں کہ اس حالت میں دنیا سے جا رہا ہوں کہ امیر المومنین مجھ سے برہم ہیں!

اس حاضر جوابی پر خوش ہو کر ہارون رشید نے اسے معاف کر دیا

امام اعظم ابوحنیفہ رح اور علم حدیث

عبد اللطیف
باب العلوم کہروڑ پکا

امام اعظم کوفی رح جہاں علوم فقہ و کلام کی راجدھانی کے تاجدار مانے جاتے ہیں وہاں آپ علوم نبوت میں بھی امیر المومنین فی الحدیث کے منصب جلیل پر فائز دکھائی دیتے ہیں۔ گرچہ امام ابوحنیفہ کی زندگی کا ابتدائی دور علم کلام کی تحصیل و تکمیل میں مشغول نظر آتا ہے۔ مگر خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز رح کے انقلابی پروگرام نے حضرت امام کی طبیعت میں ایک عظیم روحانی انقلاب برپا کر دیا............ اور انقلاب شوق علوم نبوت کی وسیع سے وسیع تر نشر و اشاعت کا تھا کیوں نہ ہوتا جس شہر میں امام موصوف کی ولادت باسعادت ہوئی بچپن کے معصوم ایام گزرے عالم شباب نے کروٹ لی۔ وہ شہر علمی اعتبار سے دار العلوم کہلانے کا مستحق تھا۔ جسکو دنیا کوفہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ یہ وہ شہر ہے جسکو ۱۷ھ میں سیدنا عمر فاروق رض نے آزمودہ کار جلیل القدر صحابہ کے باہمی مشورہ سے حربی مصالح کے تحت اسلامی چھاؤنی کے طور پر بسایا تھا۔ سب سے پہلے اس شہر میں سیدنا عمر فاروق رض کی نگاہ نے علوم نبویہ کی اشاعت کیلئے حضرت ابن مسعود رض کا انتخاب فرمایا۔ وہ ابن مسعود رض جن کے بارہ میں خود معلم کائنات کا ارشاد موجود ہے۔ کہ ابن مسعود جن امور کو پسند کریں میں انکو تمام امت کیلئے پسند کرتا ہوں۔ اور جن امور کو وہ ناپسند کریں۔ میں بھی انہیں ناپسند کرتا ہوں......... جن کا تذکرہ عمر فاروق رض ان الفاظ سے فرمایا کرتے تھے ابن مسعود تو علم سے بھرا ہوا خزینہ ہیں۔ ... حضرت علی رض نے جب کوفہ کو دار الخلافہ بنایا۔ تو ابن مسعود رض سے فرمایا کہ تم نے اسی بستی کو علم سے (حدیث) سے بھر دیا ہے...... دار العلوم کوفہ میں حضرت ابن مسعود کے بالواسطہ اور بلاواسطہ تلامذہ کی تعداد چار ہزار تک ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تا نبخشد خدائے بخشندہ

وہ کوفہ جس کو بقول محدث عجلی ڈیڑھ ہزار صحابہ کے مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جن میں سے ستر صحابہ بدری میں جہاں حضرت سعید بن جبیر رض موجود تھے...... مزید برآں علامہ رامہرمزی کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ ابن سیرین نے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میں کوفہ میں پہنچا تو اس وقت وہاں چار ہزار حدیث کے طلبہ اور چار سو فقہاء موجود تھے۔

امام اعظم کا طلب حدیث کیلئے سفر

اسی مرکز علوم کے نامور سپوت نے طلب حدیث کیلئے کوفہ کے علاوہ دیگر علوم اسلامیہ کے مراکز کا بھی انتخاب فرمایا۔ حرمین بصرہ مدینہ قابل ذکر ہیں۔ ایک ایک مرتبہ نہیں بلکہ دس دس مرتبہ سفر کیا۔ علاوہ ازیں اسی جذبہ جنوں کی تڑپ میں چھ سال مسلسل مکہ معظمہ کو اپنا مسکن بنایا۔ ان اسفار میں امام ابوحنیفہ رض نے چار ہزار اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔

جنھیں براہ راست حضرات صحابہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ اور جن کی روایات بکثرت صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ منصور عباسی نے حضرت امام سے پوچھا کہ اے نعمان تم نے علم کن لوگوں سے سیکھا ہے۔ حضرت امام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رض کا علم ان کے شاگردوں سے حضرت علی رض اور ابن عباس کے وقت میں تو ان سے بڑا کوئی عالم ہی نہیں تھا۔ ان کا علم ان کے شاگردوں سے" حضرت امام اعظم نے اہل بیت کے بعض حضرات سے بھی استفادہ کیا۔ جن میں حضرت زید بن علی۔ حضرت باقر اور محمد بن الحسن کے نام قابل ذکر ہیں۔ اسی محنت و کاوش علمی کا نتیجہ تھا کہ امام موصوف کے پاس حدیث کا عظیم ذخیرہ جمع ہو گیا۔ جس کے بارہ میں ملا علی قاری محمد بن سماعہ سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

" امام ابوحنیفہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر حدیثیں بیان کی ہیں۔ اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب فرمایا۔"

حضرت امام ابوحنیفہ نے دیگر محدثین کی طرح مروجہ طریق پر احادیث روایت کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا۔ اور نا ہی تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا۔ البتہ آپ کے تلامذہ نے آپکی بیان کردہ روایات کو مستقل

کتابوں کی صورت میں ترتیب دیا جن کی تعداد بیس مسندوں تک پہنچ جاتی ہے۔ ان مسانید میں سب سے زیادہ مشہور امام ابویوسفؒ کی کتاب الآثار ہے۔ اور امام محمدؒ کی کتاب الآثار المرفوعہ جو صرف موضوع احادیث پر مشتمل ہے۔ اسی طرح امام محمدؒ کی الآثار المرفوعہ والموقوفہ بھی ہے حضرت زیاد کی مسند حسن۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے صاحبزادے حماد کی مسند حماد ہے۔ ان کے علاوہ وھبی حارثیؒ ابن المظفر محمد بن جعفر ابونعیم الاصبہانی۔ قاضی ابوبکر الانصاری۔ ابن ابی العوام السعدی۔ ابن خسرو بلخی نے بھی حضرت امام کی مسانید کو جمع کیا...... حافظ بدرالدین عینی اپنی کتاب کبیر میں لکھتے ہیں۔ کہ ابن عقدہ کی جمع کردہ مسند ابوحنیفہ ایک ہزار سے اوپر احادیث پر حاوی ہے۔

خدا امان میں رکھے چشم حاسد سے کہ ان واضح شواہد کے ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ اس محدث کبیر کے متعلق حدیث سے نابلد ہونے کا قول کرتے ہیں۔ اور وہ اس میں ذرا بھی ہچکچاہٹ اور شرم تک محسوس نہیں کرتے۔ اور انصاف کے اصول کو بالائے طاق رکھتے ہوئے۔ بڑی شد و مد سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو سترہ احادیث سے زیادہ کا علم نہ تھا...... کاش یہ لوگ حضرت امام ابوحنیفہ کے بارہ میں محدثین کے تاثرات کا بغور مطالعہ کرتے۔ کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں کس حد تک رطب اللسان ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں محدثین کی آراء

امام یحییٰ بن سعید قطان جو بہت بڑے محدث ہیں۔ فن رجال کے سب سے اوّل لکھنے والے ہیں۔ امام احمد علی بن مدینی وغیرہ جن سے حدیث کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ یہی یحییٰ بن سعید قطان امام صاحب کے حلقہ درس میں شرکت کرتے اور امام صاحب کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تمام کتب صحاح میں ان سے روایت ہے۔

امام حجر بن مکی فرماتے ہیں۔ کہ اس بات سے پرہیز کرنا کہ تم یہ وہم کرنے لگ جاؤ کہ امام حنیفہ کو فقہ کے بغیر اور کسی علم کی خبر تامہ نہ تھی۔ ماشاء اللہ۔ امام ابوحنیفہ علوم شرعیہ تفسیر حدیث اور علوم ادبی اور قیاسی فنون میں بحر بیکراں اور ایسے امام تھے جنکا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کے بعض دشمنوں کا ان کے بارہ میں اس کے خلاف کچھ کہنا اس کا سبب محض حسد اور معاصرانہ چشمک ہے۔ اور جھوٹ و بہتان کی الزام تراشی ہے۔ بحوالہ مقام ابوحنیفہ ص۱۲۴ خیرات الحسان ص۱۰۱

اسی طرح وہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی وغیرہ نے امام ابوحنیفہؒ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں لکھا ہے۔ اور جس نے ان کے بارہ

میں یہ خیال کیا کہ وہ حدیث میں کم نشان رکھتے تھے تو اس کا یہ خیال یا تو تساہل پر یا حسد پر مبنی ہے وغیرہم۔

امام اعظم سے قلت روایت کے اسباب و وجوہ

عقلی طور پر بھی یہ گمان کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔ کہ حضرت امام صاحب کے پاس ذخیرہ احادیث میں سے صرف سترہ حدیثیں تھیں۔ کیونکہ موافقین و مخالفین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ مسلم امام مجتہد تھے اور مجتہد کیلئے اہم ترالطامیں ایک شرط یہ بھی ہے کہ احکام کے متعلق روایات سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو۔ اور احادیث احکام کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے اگر امام ابوحنیفہ علم سے ناواقف تھے تو امام ابوحنیفہ نے اجتہاد کیسے کیا اور ائمہ مجتہدین نے ان کے اجتہاد کا اعتبار کر کے کونہ کونہ میں پھیلانے پر وقت کیوں ضائع کیا۔ مزید برآں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کو فن جرح و تعدیل میں بھی امام تسلیم کیا گیا ہے جیسے مقدمہ انوار الباری شرح بخاری میں مذکور ہے کہ امام ترمذیؒ نے کتاب العلل جامع ترمذی میں امام صاحب کا قول تفضیل عطاء بن رباح۔ اور جرح جابر جعفی میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح مدخل للمعرفۃ دلائل نبوت للبیہقی میں ہے کہ ابوسعد سمعانی نے امام صاحب کی خدمت میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ امام ثوری سے حدیث لینے کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں امام صاحب نے فرمایا کہ ثقہ ہیں۔ ان کی حدیث لکھ لیا کرو۔ علاوہ ان کے جو احادیث ابی اسحاق عن الحارث اور جابر جعفی کے توسط سے ہوں۔ کیا وہ آدمی جو جرح و تعدیل میں امام مانا جاتا ہو وہ بھی علم حدیث سے تہی دست ہو سکتا ہے؟......

صرف امام صاحب کے چار ہزار مشائخ حدیث کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے ہر محدث سے صرف ایک ایک کا بھی اعتبار کیا جائے تو امام صاحب کا ذخیرہ حدیث کم از کم چار ہزار بن جاتا ہے بالفرض والمحال اگر حضرت امام سے کم احادیث کے مروی ہونے کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی حضرت امام اعظم کے علو مرتبہ اور محدث ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ امام صاحب کا احادیث کو کم روایت کرنا بھی کمال ورع پر دال ہے۔ اور یہ محض حضور کریم صلعم کے اس فرمان مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ کی وجہ سے تھا۔ کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر کذب بیانی کرے گا اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ حضرت امام صاحب پر ہر وقت خوف خدا طاری رہتا کہ

مبادا کہیں روایت کرنے میں آپ کی طرف غلط نسبت ہونے کی پاداش میں مستحق وعید نہ ہو جاؤں۔ اسی کا ہی اثر تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ بارہا اس بات کو دہراتے کہ مجھے اگر علم کے ضیاع کا خطرہ نہ ہوتا تو ایک حدیث بھی روایت نہ کرتا۔ تاریخ حدیث کا بنظر عمیق مطالعہ کرنے والے پر یہ امر مخفی نہیں کہ کبار صحابہؓ کی مرویات صغار صحابہ سے بہت کم ہیں .... جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نبوت کے چھٹے سال حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور آخر تک خدمت نبوی سے فیضیاب ہوتے رہے۔ مگر ان سے صرف پانچ سو پینتالیس احادیث مروی ہیں

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تقریباً ۲۲ سال تک علوم نبوی سے سیراب ہوتے رہے مگر کل ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ....
حضرت علیؓ جو کم سن بچوں میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تقریباً چوبیس ۲۴ سال تک خلوت وجلوت میں آپ کی معیت میں رہے مگر ان سے بھی کل احادیث ۵۸۶ مروی ہیں۔ یہی حال خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے

حالانکہ ان سے کم درجہ کے صحابہ جن کا شمار بھی صغار میں ہے ان کی روایات صحابہ کبار سے کئی درجہ زیادہ ہیں۔ تو کیا کہا جائے گا کہ ان کی معلومات کم تھیں۔ معاذ اللہ انکو حدیث نبوی سے کوئی تعلق نہ تھا .... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ابن مسعودؓ احادیث روایت کرنے کی بجائے مسائل فقہیہ مستنبط کرنے میں مشغول رہے۔ اگر ان کے فتاوی کو یکجا جمع کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں .... حضرت امام ابوحنیفہؓ نے انہیں کے نقش قدم پر چل کر صرف علم حدیث کو حاصل ہی نہیں کیا بلکہ اس کے حصول کے ساتھ ساتھ لاکھوں کروڑوں پیش آمدہ مسائل کا احاطہ کر کے امت محمدیہ کی راہنمائی کا سامان مہیا فرمایا .... اسی بات کی شہادت علامہ صالحی نے عقود الجمان کے تئیسویں ۲۳ باب میں ان الفاظ سے دی ہے
ابوحنیفہ اگرچہ علم حدیث میں بڑی وسعت کے مالک تھے۔ اور بہت زیادہ حدیثیں ان کو یاد تھیں اس کے باوجود ان سے احادیث بہت کم روایت کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ابوحنیفہ ساری عمر حدیثیں روایت کرنے کی بجائے ان سے فقہی مسائل اخذ کرنے میں ہمہ تن مشغول رہے۔ اس کے بعد موصوف رقم طراز ہیں۔ کہ بالکل اسی سبب کی بنا پر امام مالک امام شافعیؒ سے بھی... جتنی حدیثیں انہوں نے سنی اور یاد کی ہیں انکی نسبت بہت تھوڑی حدیثیں ان سے روایت کی گئی ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام میں سے
حضرت صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ نے باوجود علم حدیث میں وسعت معلومات کے بہت تھوڑی حدیثیں روایت کی ہیں اس لئے کہ امور خلافت میں مشغول و منہمک رہنے کی وجہ سے ان کے پاس حدیثیں بیان کرنے کیلئے وقت نہ تھا۔ اس کے برعکس ان حضرات سے بہت چھوٹے صحابیوں سے ان کی بہ نسبت بہت زیادہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ بحوالہ اسلام میں سنۃ وحدیث کا مقام ص۳۴۔

حضرت امام ابوحنیفہؓ سے احادیث کم روایت کرنے کی دیگر وجوہ کے علاوہ قبولیت و روایت حدیث کیلئے سخت ترین شرائط کے عائد کرنے کا بھی زیادہ تر دخل ہے جو کہ محدثین کے نزدیک قابل تحسین ہے۔ اور مسلمہ اصول ہے کہ جس محدث کے نزدیک قبولیت حدیث کیلئے جتنی سخت شرائط ہوں گی روایات بھی اتنی ہی کم ہوں گی۔ جیسا کہ حضرت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے جو شرطیں احادیث کے صحیحین میں درج کرنے کیلئے لگائی ہیں وہ دیگر محدثین نے نہیں لگائیں۔ مثلاً امام بخاریؒ کے نزدیک حدیث معنعن کی قبولیت کیلئے ثبوت لقاء ضروری ہے صرف امکان لقاء کافی نہیں۔ حالانکہ دیگر محدثین نے اس شرط کا اعتبار نہیں کیا بنا بریں صحیحین سے علاوہ روایت حدیث کا یہ دائرہ وسیع ہے۔ یعنی ان کی روایات کی تعداد بھی صحیحین کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کا بھی قبولیت و تحمل حدیث کیلئے بھی قاعدہ ہے۔ کہ انہوں نے احادیث روایت کرنے کیلئے انتہائی کڑی شرطیں لگائی ہیں جس کی تفصیل مقدمہ ابن خلدون کے ص۴۴۵ پر مذکور ہے (بحوالہ مقام ابوحنیفہ)

امام ابوحنیفہ کی روایتیں اس لئے کم ہیں کہ انہوں نے روایت اور اس کے نقل میں بڑی کڑی شرط لگائی ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یقینی کی روایت جبکہ اس کے معارضہ میں فعل نفسی واقع ہو جانے ضعیف ہو جاتی ہے اس وجہ سے انکی روایت حدیث میں کمی واقع ہوتی ہے نہ اس لئے کہ انہوں نے جان بوجھ کر روایت حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ موصوف کی ذات اس بے نما داغ سے بہت بلند و بالا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؓ کے شرائط میں سے اس شرط کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ سننے کے بعد برابر یاد رہنی چاہیئے اگر یاد نہ رہے تو اس کو روایت کرنا درست نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ دیگر محدثین کے ہاں ایسی روایات کو بھی قبول کر لیا جاتا ہے۔ اھ

امام ابوحنیفہ کی عقیدت و محبت حدیث!

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی جتنی محبت و عقیدت جناب رسول اللہ کی احادیث طیبہ سے تھی وہ صرف انہیں کا حصہ تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت امام صاحب کے سامنے جب کوئی حدیث بیان کی جاتی آپ خاموش ہو جاتے ایک مرتبہ کسی مسئلہ میں حضرت امام کسی شخص سے مصروف گفتگو تھے اثنائے گفتگو میں حضرت امام ابوحنیفہ خاموش ہو گئے آپکے بعض احباب نے استفسار کیا کہ آپ خاموش کیوں ہو گئے تو آپ نے جواب مرحمت فرمایا کہ وہ شخص تو مجھے حدیث رسول بیان کر رہا ہے۔ اب میں اس کا کیا جواب دوں۔ امام موصوف نے اپنی بے بہا دولت حاملین حدیث کی نذر کر دی مشائخ حدیث کے وظائف متعین فرمائے ہدایا سے اکثر اوقات خدمت کرتے رہتے۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی جانب سے اس قدر تحائف و ہدایا مجھ تک پہنچے ہیں کہ میں انکی کثرت سے گھبرا اٹھا اور حضرت امام کی عام عادت یہ نقل کی جاتی ہے کہ آپکے معاصر مسعر بن کدام جو کوفہ کے صف اول کے علماء میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بال بچوں کیلئے جب کوئی چیز خریدتے تو مشائخ و علماء کیلئے بھی وہی چیز ضرور خریدتے خود اپنے لئے جو کپڑا بنواتے علماء کیلئے بھی جوڑے تیار کرواتے اسی طرح جس قسم کے فواکہ اور پھلوں کا موسم آتا ناممکن تھا کہ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کیلئے خریدتے اور علماء کو وہی پھل خرید کر نہ بھیجتے۔ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص۸۵

کیا یہ سب کچھ حب حدیث کی وجہ سے نہ تھا۔ ان دلائل کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ جہاں، فقیہ، متکلم، مدبر، مفکر، مفسر تھے وہاں اس دور کے بہت بڑے محدث بھی تھے۔

ضرورت رشتہ

خواجہ عبدالاحد کیرانوی عمر ۲۹ سال خطیب جامعہ مسجد غوثیہ تیزاب احاطہ رجسٹرار حلقہ لاہور کے لیے ایک دوشیزہ، نیک فطرت، صحیح العقیدہ، صوم و صلوٰۃ کی پابند، امور خانہ داری سے واقف عمر بیس سال سے کم کا رشتہ درکار ہے۔

اوقات ملاقات: ۱۲ بجے تا ۲ بجے دن

خط مندرجہ ذیل پتہ پر تحریر کریں:-

۴۵۔ جی۔ ٹی روڈ محلہ سوامی نگر گلی نمبر ۱۹۔ لاہور معرفت عبدالرشید پرچون فروش کو مل کر خواجہ عبدالاحد منظور کرے۔

(۹۴۵۷)

چینیانوالی مسجد ◎ مولانا داؤد غزنوی کا استخارہ اور مسلم لیگ میں شمولیت
علماء اسلام کا متحدہ اجتماع ◎ روزنامہ مساوات سے شیش محل روڈ تک

تحریر :- آزاد شیرازی مدیر تذکرہ ، لاہور

○—— کل رات خانوادۂ غزنوی کے چشم و چراغ سید ابوبکر غزنوی کو ہزاروں سوگواروں نے قبرستان میانی صاحب کے ایک گوشے میں زیر زمین دفن کر دیا۔ کہ اس دنیا کی رسم قدیم یہی ہے ؎

مٹھیوں میں خاک لے کر دوست آئے وقتِ دفن
زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

○—— سید ابوبکر غزنوی سے یہ انتعارف آج سے تیس بتیس برس پہلے چینیانوالی مسجد کے صحن میں برادرم حافظ عبدالرشید یوسفی صاحب کے ذریعہ ہوا تھا۔ جب ابوبکر صاحب سولہ سترہ برس کے نوجوان تھے۔ اور غالباً کالج کے سال اوّل کے طالب علم تھے۔ یہ زمانہ تحریکِ حصولِ پاکستان کا ہنگامہ خیز زمانہ تھا اور مسجد چینیانوالی میں مولانا سید داؤد غزنوی کا خطبہ جمعہ نہایت معرکۃ الآراء سیاسی اہمیت کا حامل ہوتا تھا۔ جس کی خاطر لوگ دُور دُور سے اس مسجد میں پہنچتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی عید کی نماز منٹو پارک میں پڑھایا کرتے تھے۔ جہاں شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ بھی مرحوم کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے تھے اس لیے شیخ لاہوری رح کے معتقدین بھی نمازِ عید منٹو پارک ہی میں ادا کرتے تھے۔

کالج کے زمانہ طالب علمی میں ابوبکر غزنوی روز بروز ایک فلسفہ زدہ نوجوان بنتے جاتے تھے۔ اور اُن سے مسجد کے صحن ہی میں اس مغربی فلسفہ پر بعض اوقات میری گرما گرم بحث بھی ہوا کرتی تھی اور مجھے علامہ اقبال مرحوم کی "فلسفہ زدہ سید زادے کے نام" والی نظم ابوبکر غزنوی ہی سے متعلق معلوم ہونے لگی تھی۔ حتّٰی کہ یہ فلسفہ ابوبکر صاحب کو دہریت کی منزل کے قریب لے گیا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ یہ نوجوان کسی نہ کسی دن لا الٰہ کے بعد الا اللہ کی منزل مقصود پر پہنچ کر رہے گا۔

○—— قیام پاکستان سے کچھ مدت پہلے ایک نماز عید کے موقع پر منٹو پارک میں مولانا داؤد غزنوی کے خطبہ پر پاکستان کے حامی اور مخالف نوجوانوں کے درمیان شدید فساد برپا ہو گیا۔ اس المناک حادثے کے کچھ عرصہ بعد مولانا داؤد غزنوی اچانک مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اور اس شمولیت کی بنیاد ان کا ایک استخارہ تھا اس استخارہ پر ایک مدت تک مرحوم کے سابق عقیدتمندوں نے چینیانوالی مسجد کا رخ چھوڑ دیا اور پھر اس مسجد میں وہ سابقہ رونق آج تک بحال نہیں ہو سکی۔

○—— قیام پاکستان کے فوراً بعد باغ بیرون بکی دروازہ لاہور میں تمام مکاتب فکر کے علماءِ کرام کا ایک روح پرور اجتماع ہوا۔ جس میں سید محمد داؤد غزنوی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی رح، سید ابوالحسنات، حافظ کفایت حسین اور دیگر دینی رہنماؤں نے پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کی خاطر متحدہ دینی پلیٹ فارم قائم کیا اور جملہ فروعی اختلافات اور فرقہ وارانہ گروہ بندیوں کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔

راقم الحروف جو ان دنوں روزنامہ سعادت لائل پور میں مدیر تھا، نے اس جلسہ کی پوری روداد قلمبند کی۔ سعادت میں شائع کی اور اس پر ایک مبسوط اداریہ بھی تحریر کیا۔ جس میں علمائے کرام کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے اس حقیقت کو منکشف کیا کہ اسلام میں کسی سیاسی، مذہبی فرقہ بندی کا جواز ہرگز موجود نہیں۔ اور امید ظاہر کی کہ علمائے اسلام کا یہ اتحاد وقتی، ہنگامی اور عارضی ثابت نہیں ہوگا بلکہ اسے استقلال اور ثبات نصیب ہوگا۔ اس اجتماع کی کارروائی اور اداریہ کی اشاعت پر مولانا داؤد غزنوی رح اور شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے میری خدمات اور جذبے پر تحسین و آفرین کے خطوط بھیجے۔ لیکن افسوس کہ راقم الحروف کی یہ امید آج تک (۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے زمانے کے سوا) پوری نہیں ہو سکی۔ جہاں تک میرے ذاتی مشاہدہ کا تعلق ہے۔ میں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح کو اتحاد بین المسلمین کے لیے جس درجہ مضطرب پایا اس کی مثال علماء کے گروہ میں کہیں نہیں ملتی۔

اس کے بعد میرا ذاتی مشاہدہ اور مطالعہ ہے کہ سید محمد داؤد غزنوی (مکتب اہلحدیث) شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری (مکتب دیوبند) سید ابوالحسنات (مکتب اہلسنت بریلوی) حافظ کفایت حسین (اثنا عشری) صاحبان کا دامن فرقہ بندی سے آلودہ نہیں ہوا۔ اور یہ سب حضرات خلوصِ دل سے مسلمانوں کے اتحاد کی کوششیں فرماتے رہے۔

○—— لیکن قیام پاکستان کے بعد بڑا افسوسناک صورت حال پیدا ہو گئی جو اب تک برقرار ہے کہ نہ صرف یہ کہ مختلف مکاتیبِ فکر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہے بلکہ اہلحدیث کے اندر گروہ بندی، دیوبندیوں کے اندر اختلافات، بریلوی گروہ کے اندر دھڑے، شیعہ مکتبِ فکر کے اندر تنازعات بڑھتے ہی رہے۔ اور یہ سب کچھ ذاتی چودھراہٹ حاصل کرنے کی خاطر ہو رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو رہا ہے۔ لیکن ہمارے مذہبی رہنما (الا ماشاء اللہ) خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے بے نیاز ہو کر "میرا نعرہ انتشار و افتشار و انتشار" کے علمبردار بنے بیٹھے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ نئی نسل دین ہی سے بیزار ہو رہی ہے اور اس کے پاس دین سے بیزاری اور مذہب سے لاتعلقی کے لیے یہی ایک بہانہ کافی ہے کہ وہ علماء کرام کی باہمی چپقلش اور دھواں دار مخالفانہ نعرہ بازیوں کا مشاہدہ کر کے ان سے کہہ رہی ہے کہ ؎

سنتوں، چشم بد دور ہیں آپ دین کے
نمونہ ہیں خلقِ رسولِ امین ص کے

○—— اس جملۂ معترضہ کے بعد آمدم برسرِ مطلب —— ایک مدت تک سید ابوبکر غزنوی کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا، نہ ان سے کبھی ملاقات کا موقع ملا۔ سوائے اس کے کہ وہ اسلامیہ کالج میں اور پھر انجینیئرنگ یونیورسٹی میں پروفیسر رہے۔

○—— یہ آج سے چند برس پہلے کی بات ہے راقم الحروف کو محمد حنیف رامے صاحب اپنی "کھدر پوشی" اور "شیریں بیانی" کے ذریعہ روزنامہ "مساوات" کے آغاز میں ادارۂ مساوات میں لے گئے۔ اس عرصہ کے دوران مجھے ایک مدت بعد نمازِ جمعہ کے لیے شیش محل روڈ (کیونکہ مساوات کے دفتر کے قریب ترین جگہ وہی تھی) جانا پڑا۔ جہاں سید ابوبکر غزنوی کا خطاب جمعہ سننے اور ایک مدت بعد ان سے ملاقات کرنے کا موقع ملا۔ میں نے ابوبکر صاحب کو جس حال میں پایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نوجوان کو تیس برس پہلے لا اللہ کا نعرہ بلند کرتے دیکھا تھا اسے آج نہ صرف اِلّا اللہ بلکہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کا نعرہ بلند کرتے دیکھا۔ اور محسوس کیا کہ وہ اپنی منزلِ مراد تک پہنچ گیا ہے اور علامہ اقبال کے اس مصرعہ کا مصداق بن چکا ہے۔ کہ

ع بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

میں نے ان سے ملاقات کی، تعارف کرایا اور وہ اپنے حافظے پہ معمولی زور دینے کے بعد پہچان گئے۔ بڑی محبت سے ملے۔ میں نے انہیں نوجوانی کے فلسفے کی یاد بھی دلائی۔

گزشتہ کئی برس سے عزیزی خالد بزمی صاحب کی طرف سے یہ دعوت نامہ کئی بار موصول ہوا کہ میں نماز جمعہ شیش محل روڈ جا کر ادا کیا کروں۔ لیکن

(باقی صـ۲۲ پر)

تنقید و تبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں !!!

دعواتِ حق

جمعیۃ علماءِ اسلام کے رہنما اور قومی اسمبلی کے ممبر حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ان علماءِ ربانی میں سے ہیں جن کے نقوشِ پا قوموں کے لیے مشعلِ راہ ہوا کرتے ہیں۔ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے اس عظیم فرزند نے امام المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہٗ کی عظیم چھاؤنی اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم قائم کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

یہ دارالعلوم نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پورے پاکستان کا مثالی دارالعلوم ہی نہیں بلکہ پاکستان میں دیوبند کا نقشِ ثانی ہے۔ اس دارالعلوم سے جو فیض پھیلا اس کا ایک زمانہ معترف ہے۔

موصوف مدرسہ کے ساتھ ساتھ قطبیہ کی مسجد میں جمعہ اور دوسرے اہم مواقع پہ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ جو علم و روحانیت اور قدیم و جدید معلومات کا ایک خزانہ ہوتا ہے۔ موصوف کے خلف الرشید مولانا سمیع الحق مدرس دارالعلوم و ایڈیٹر الحق پوری قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان نوادرِ علمی کے ضبط و ترتیب کا فریضہ سرانجام دے کر ملت کے ہاتھوں اتنا بڑا خزانہ دے دیا ہے کہ باید و شاید ؟

اس پونے سات سو صفحہ کی کتاب میں آپ کو عقائد و اعمال، اخلاق و کردار، آداب جہانبانی و حکمرانی، سیاست و حکومت، تجارت و زراعت۔ الغرض مختلف عنوانات پہ اتنا کچھ ملے گا کہ آپ کئی ضخیم کتابوں سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

ہماری خواہش ہے کہ یہ کتاب ہر لائبریری اور ہر گھر میں ہو۔ اللہ تعالیٰ صاحب خطبات کو ہماری رہنمائی کے لیے صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے اور مرتب کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ یہ خزینہ علمی خوب صورت کتابت و طباعت اور سنہری ڈائی دار جلد میں موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور سے تیس روپے میں مل سکتا ہے۔

(علوی)

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ——— اور معاندینِ اہلِ بدعت کے الزامات

سید المجاہدین حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ نبیرہ حضرت حجۃ الاسلام امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو قدرت نے جن کمالات اور خوبیوں سے نوازا تھا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ ایک متبحر عالم، صاحب تقویٰ و ورع مصلح، مصنف قول کا نہیں بلکہ کردار کا غازی۔ لیکن بعض خدا کے خوف سے بے نیاز افراد کی بدبختی و نالائقی کہ انہوں نے اس مردِ قلندر کو اپنی ناوک افگنی کا نشانہ بنایا اور اس پہ طرح طرح کے الزامات لگائے جن میں سے ایک ایک الزام کے متعلق قرآن کے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

ان بہتان تراشنے والوں میں بریلی کے مولوی احمد رضا خان سب سے پیش پیش ہیں۔ جو ملعون انگریزی قوتوں کی انگیخت پہ تکفیر بازی کا مشغلہ لیے میدان میں آئے اور پھر اس کے تشنل کا فرگری سے کوئی بھی تو نہ بچا۔ یہ شخص جو انگریزی راج کے باوصف ہندوستان کو دارالاسلام کہتا تھا اور یار لوگوں سے مراعات حاصل کرتا تھا اپنی فکر کو عوام و خواص سے منوانے میں ناکام رہا۔ البتہ چند ہوس دنیا کا شکار لقندرے ہمیشہ اسی شراب کہنہ کو نت نئے جام میں بھر کر خلقِ خدا کی گمراہی کا باعث بنے۔ لیکن ہر فرعونے را موسیٰ کے مصداق اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ایسے افراد پیدا کیے جنہوں نے اپنی جہد و کاوش سے حقائق کو دنیا کے سامنے رکھا اور اس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نکھر کر سامنے آگیا۔

ان بندگان خدا میں سے مولانا منظور نعمانی کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے بریلویت کے اس مجموعہ فسق و ضلالت اور تکفیر بازی کی نہ صرف حقیقت دنیا کے سامنے آشکارا کی بلکہ مفتر میں بارگاہ صمد پر لگائے گئے الزامات کا شافی جواب بھی دیا۔

زیر تبصرہ رسالہ موصوف کے قلم سے شہید مظلوم پر لگائے گئے الزامات کا شافی جواب ہے۔ ساڑھے تین روپے میں مکتبہ مدینہ باغبانپورہ جدید گوجرانوالہ سے مل سکتا ہے۔ کتابت طباعت معیاری ہے کاغذ سفید! (علوی)

نصب العین جناب عبدالغنی صاحب کا یہ کتابچہ مسلمان کے نصب العین کے سلسلہ میں ہے۔ موصوف نے کافی محنت سے مرتب کیا۔ اور جابجا کتاب و سنت کے حوالے بھی دیے ہیں۔ موصوف کا اصل نشانہ مادہ پرستی ہے اور اس پر بہرحال انہوں نے بڑی خوبصورتی سے بحث کی ہے۔ یہ رسالہ ۲ روپے میں محمد عبدالغنی مہتمم المرکز اشاعت اسلام حبیب گنج لاہور سے مل سکتا ہے۔ (س۔ر)

بقیہ: اداریہ

حکومت پر ہے کہ اس نے اس خطرناک روش کے سامنے ہتھیار ڈال کر یہ ثابت کر دیا کہ اسے ملی احساسات کا قطعاً احساس نہیں۔

اسی طرح کچھ اور باتیں بھی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت اس معاملہ میں ضرور دلچسپی لے رہی ہے۔ مثلاً پچھلے دنوں لاہور میں محکمہ اوقاف کے حساب سے اوقافی مولویوں کو بلا کر جن میں ہر مکتب فکر کے لوگ شامل تھے بعض ذمہ دار لوگوں نے تبلیغ کی کہ اپنی اپنی مسجدوں اور مسالک کا تحفظ کرو!

تاہم ہمیں جس بات کا سب سے زیادہ افسوس ہے وہ یہ ہے کہ حکومت کی اس افسوسناک سوچ کا وہ لوگ شکار ہو جاتے ہیں جو اپنے آپ کو وارث نبی مرسل اور نہ معلوم کیا کیا سمجھتے ہیں؟ اگر وراثت نبیؐ کا یہی معنی ہے کہ ہر غلط کار کی لایعنی خواہشات کے آپ آلہ کار بن جائیں تو پھر اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ نبیؐ کے ساتھ بھونڈا مذاق ہے

اور کچھ نہیں!

آج اسلام نوحہ کناں ہے۔ بیدار صفت حکمران اس کا دلیس نکالا چاہتے ہیں لیکن آپ ہیں کہ بے مقصد باتوں کی خاطر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر میں ہیں۔

ہم ہدیۂ تبریک کا مستحق سمجھتے ہیں جمعیۃ علماء اسلام کے ان اکابرین کو جو فی الواقع عظمت اسلامی کے وارث و امین ہیں کہ انہوں نے اپنی روایات کے مطابق اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دوسرے حضرات کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں اور آیا وہ وسیع تر اسلامی مفاد کی خاطر اپنی "انا" کو زیر زمین دفن کرتے ہیں یا نہیں؟

اگر سب حضرات نے اکابرین جمعیۃ کی دعوت قبول کر لی اور باہم مل بیٹھ کر کوئی لائحہ عمل طیار کر لیا تو اسلامی نظام کی منزل بہت قریب ہو جائے گی ورنہ طاغوتی طاقتیں جو ننگا ناچ ناچیں گی انہیں دیکھ کر بخارا و سمرقند اور اندلس کی داستان عبرت زا کا نقشہ ایک بار پھر ہم دیکھیں گے

اللہ تعالےٰ ہمیں شامت اعمال سے بچائے اور ہمیں ایک دوسرے کا احترام کرنے کی توفیق بخشے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بقیہ: ابوبکر غزنویؒ

اب تو میں شیرانوالہ ہی کی چار دیواری میں محصور کر لیا گیا ہوں اور مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کی زلفوں کا اسیر ہو کر رہ گیا ہوں۔ اس لیے ابوبکر صاحب سے اس کے بعد ملاقات نہ ہو سکی۔ ہاں البتہ جب ابوبکر صاحب کی المناک وفات پر یہ چند سطور لکھنے کا ارادہ کیا تو قلم سے ان کے نام کے ساتھ محمد کا اسم پاک بیساختہ لکھ گیا اور اس اسم پاک کی شمولیت سے "محمد ابوبکر غزنوی" سن وفات (۱۳۹۶ھ) کے اعداد نکل آئے۔

مجھے یقین ہے کہ مرحوم کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو گی (آمین یارب العالمین)

مرحوم راقم الحروف سے دس برس چھوٹے تھے۔ لیکن منزل مراد پر مجھ سے پہلے پہنچ گئے ؎

عاقبت منزل ما — وادیٔ خاموشاں است
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلوٰۃ تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا
مِنْ جَمِیْعِ الْأَھْوَالِ وَ الْأٰفَاتِ وَ تَقْضِیْ لَنَا
بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَ تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ
جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ أَعْلَی
الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِھَا أَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ
جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ
إِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ آفات سے تحفظ کے لیے اس کی تعلیم فرمایا کرتے تھے (مکتوبات ص ۹۵)

دعائے صحت

جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما اور قومی اسمبلی کے ممبر حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور علالت کے پیش نظر سنٹرل ہسپتال راولپنڈی میں زیر علاج ہیں۔

پچھلے دنوں جمعیۃ کے مرکزی امیر حضرت درخواستی زید مجدھم نے آپ کی عیادت کی۔ اس طرح اور بھی متعدد حضرات عیادت کے لیے وہاں جا رہے ہیں۔ حضرت مولانا دارالعلوم دیوبند کے قدیم فرزند اور انجمن کے امیر محترم حضرت مولانا انور زید مجدھم کے استاذ اور بلند پایہ عالم دین ہیں۔

ہم ملت اسلامیہ کے اس عظیم انسان کی شفاء کاملہ عاجلہ کے لیے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (ادارہ)

جامعہ پشاور میں
سیرت کانفرنس

۳ مئی ۱۹۷۰ء کو جامعہ پشاور سٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام وائس چانسلر جناب جی۔ ایم۔ خٹک کی زیر صدارت عظیم الشان سیرت کانفرنس ہوئی۔ جس میں امیر مرکزیہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان حضرت اقدس درخواستی، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود اور شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب وغیرہ نے خطاب فرمایا۔

اکابر کی مفصل تقریریں اور کانفرنس کا آنکھوں دیکھا حال آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

خطبہ جمعہ و مجلس ذکر

۱۴ مئی بروز جمعہ جامعہ مسجد چونگی نمبر ۲۲ راولپنڈی میں حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے اور ۱۵ مئی بروز ہفتہ بعد نماز عشاء احسان منزل گل بہار کالونی پشاور میں صوفی محمد یونس صاحب مجلس ذکر کرائیں گے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

ٹیلیفون نمبر ۶۰۵۲۵

مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے پرنٹر خواجہ محمد... پریس... لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔